www.KitaboSunnat.com

ایک گونہ ہراس پیدا ہو جاتا ہے جو بالکل قدرتی امر ہے۔

اس سانحہ پر ادارۂ محدث ڈاکٹر شہید مرحوم کے متعلقین سے پوری ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور مرحوم کے لیے دعاگو ہے کہ حق تعالیٰ ان کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عنایت کرے اور حکومت سے اپیل کرتا ہے کہ اس سانحہ کا معمہ حل کرنے کے لیے سنجیدگی کے ساتھ کوشش کرے اور ظالموں کو کیفرِ کردار تک پہنچائے۔ اگر حکومت ملک کے پُر امن شہریوں کی عزت و آبرو اور جان و مال کی حفاظت کرنے میں ناکام رہتی ہے تو پھر ملک کے عوام اس حکومت سے اور کیا دلچسپی رکھ سکتے اور توقع کر سکتے ہیں۔

(۴)

پریس کی آزادی ایک ایسا مسئلہ اصول اور نظریہ ہے جس کا نعرہ نہایت شد و مد کے ساتھ مسٹر بھٹو نے بھی بلند کیا تھا مگر افسوس! جو حشر ان کے دوسرے وعدوں کا ہوا وہی اس کا بھی ہوا۔ یہ بات صرف موجودہ حزبِ اقتدار کی نہیں بلکہ ان سب کی ہے جو برسرِ اقتدار آئے اور اس کی ایک وجہ ہے جو بہت بھاری اور وزنی ہے وہ یہ کہ:

اس ملک میں یہ ایک ریت بن گئی ہے کہ حصولِ اقتدار کے لیے عموماً لوگ جھوٹے وعدے کرتے اور ان ہونے سبز باغ دکھاتے ہیں، جب حسنِ اتفاق سے برسرِ اقتدار آجاتے ہیں تو زبان ان کو وہ وعدے اور نعرے یاد دلاتی ہے لیکن اب یہ یاد دہانیاں ان کے لیے گالیاں بن جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی ان ذاتی کمزوریوں کا ذکر ان کے لیے سوہانِ روح بن جاتا ہے جن کی وجہ سے ان کی "نااہلی" نمایاں ہو سکتی ہے حقیقت میں اربابِ اقتدار چڑ کر اپنی نااہلی کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں مگر وہی چیز "دلیلِ نااہلی" بن جاتی ہے اس لیے عموماً دھڑکتے دل کے ساتھ وہ اخبارات کو ہاتھ لگاتے ہیں اور جب کوئی ایسی بات ان میں دیکھ لیتے ہیں جو ان کو عریاں کر سکتی ہے، تو سٹپٹاتے ہیں، گھبراتے ہیں اور کتراتے ہیں۔ ظاہر ہے وہ ان کمزوریوں پر تو قابو پا نہیں سکتے لہٰذا اخبارات کا گلا گھونٹنے کی کوشش کرنے لگ جاتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اخبارات کی تنقید ان کے لیے کڑوی دوا تو ہوتی ہے پیامِ موت نہیں ہوتی۔ ہاں ان کے لیے مرگِ مفاجات کا سامان ضرور بن جاتی ہے جو اصلاحِ حال کے بجائے پڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے برعکس جو خوش نصیب حکمران اخبارات کے آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھتے رہتے ہیں وہ سنور جاتے ہیں۔ مگر افسوس! صدر بھٹو کو کچھ وزراء ایسے دستیاب ہوئے ہیں جو ان کو مصلح سے زیادہ منتقم بنا رہے ہیں۔

بہر حال ملکی اخبارات کے سلسلہ میں حزبِ اقتدار نے جو پالیسی اختیار کر رکھی ہے وہ ان کے نعروں اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ